

نفع البلاغہ کی روشنی میں

## احادیث کے اختلاف کے اسباب اور راویوں کی اقسام

سید رمیز الحسن موسوی\*  
srhm2000@yahoo.com

**کلیدی کلمات:** اختلاف حدیث، ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید، متعارض احادیث، صحابہ کرام، منافق۔

### خلاصہ

نفع البلاغہ میں جہاں اسلامی تعلیمات کے مختلف موضوعات پر امام علی علیہ السلام کے خطبات کو جمع کیا گیا ہے، وہاں اس میں علم حدیث کے بارے بھی میں آپؐ کے کئی ارشادات بیان ہوئے ہیں۔ اس مقالے میں حدیث نبویؐ کی اقسام اور احادیث میں اختلاف کے حوالے سے امیر المؤمنینؑ کے کلام کی روشنی میں چند مطالب پیش کیے گئے ہیں۔ نفع البلاغہ کے مطابق لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، نفع اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سب احادیث موجود ہیں۔

آپؐ کے مطابق خود آنحضرتؐ کے دور میں آپؐ کی طرف جھوٹی نسبتیں دی گئیں یہاں تک کہ آپؐ کو خطبه دینا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ لہذا امام علیؐ کے نزدیک حدیث کے راویوں کی چار اقسام ہیں: یعنی منافق، خطکار، شہزادی میں بنتلا (ٹنکوک و شہزادی پیدا کرنے والے) اور پچھے اور حدیث کے محافظ راوی جو فرمائیں نبویؐ کو پیش کرنے میں کسی قسم کی غلطی نہیں کرتے اور سرمایہ حدیث کی مکمل حفاظت کرتے ہیں۔

\*۔ محقق، مدیر سہ ماہی مجلہ نور معرفت، اسلام آباد۔

نوح البلانگہ امام علی علیہ السلام کے خطبات کا مجموعہ ہے، جس میں مختلف دینی، تاریخی اور اسلامی معارف سے متعلق عنادین کے تحت امام علیہ السلام کے خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔ نوح البلانگہ کی تالیف کا مقصد تو امام علیہ السلام کے کلام میں سے فصاحت و بلاعنت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین کلام کو جمع کرنا تھا اور سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے ادبی فصاحت و بلاعنت کو ہی مد نظر رکھ کے خطبات علیؑ کا انتخاب کیا ہے۔ لیکن یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ یہ باپ علم نبیؑ کا کلام ہے جو فصاحت و بلاعنت کے علاوہ دینی معارف و علوم کا ایک عظیم الشان مجموعہ بھی ہے۔ جس میں جملہ علوم و معارف کے علاوہ علم حدیث کے بارے بھی میں امام علیہ السلام نے بہت ہی اہم نکات ذکر فرمائے ہیں۔ اس مقالے میں حدیث نبیؑ کی اقسام اور احادیث میں اختلاف کے حوالے سے کلام امیر المؤمنینؑ کی روشنی میں چند نمایاں عنادین کو پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

### حدیث کے بارے میں عام لوگوں کا روایہ

نوح البلانگہ کے خطبہ ۲۰۸ میں مولا علی علیہ السلام نے سلیم ابن قیس ہلائیؓ جو امیر المؤمنینؑ کے رواۃ حدیث میں سے ہیں، (۱) کے سوال کے جواب میں اختلافِ احادیث کے وجود و اسباب اور روایاتِ حدیث کے اقسام کی وضاحت کی ہے۔ جب سلیم ابن قیس ہلائیؓ نے آپ سے من گھڑت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں، تو آپؐ نے فرمایا:

"إِنِّي فِي أَيْدِي النَّاسِ حَقًا وَبَاطِلًا، وَصِدْقًا وَكَذِبًا، وَنَاسِخًا وَمَنْسُوخًا، وَعَامًا وَخَاصًا، وَمُحَكَّمًا وَمُتَشَابِهًا، وَجَفَّظًا وَهُمَا، وَقَدْ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَهْدِهِ، حَتَّى قَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَدِّدًا فَلَيَبْتَوَ مَقْعُدًا مِنَ النَّارِ»"

یعنی: لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، پیچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبهم، صحیح اور غلط سمجھ کچھ ہے، خود رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں آپ پر بہتان لگائے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکا نہ جہنم میں بنالے۔ (۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی جھوٹی روایتیں گھڑ کر آپ سے منسوب کردی جاتی رہی ہیں اور یوں نہیں یہ سلسلہ جاری رہا اور نتیجی روایتیں معرض و وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت نہیں، بلکہ مناظر انہے ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سید مرتضیؑ کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفاق ہوا۔ تو سید مرتضیؑ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر صحابہؓ کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں۔ اس پر ان علماء نے اعتراض کیا کہ کوئی کیسے رسول اللہ ﷺ پر افشاء باندھنے کی جرأت کر سکتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گھڑ کران کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ سید مرتضیؑ نے اس اعتراض کے جواب میں رسولؐ کی یہ حدیث پیش کی:

”میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جائے گا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

درج بالا حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا اور اگر یہ حدیث غلط ہو تو یہ بذات خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ احادیث گھڑنے والے وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور یہ لوگ دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے من گھڑت روایتیں بناتے رہتے تھے۔ یہ منافقین پیغمبر ﷺ کے زمانے میں ظاہر مسلمانوں کے ساتھ گل مل کر رہتے تھے مگر اندر وہ طور پر فساد و تحریب کاری کے درپے رہتے تھے۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد بھی ان کی یہ روشن جاری رہی، بلکہ ان کی منافقانہ سرگرمیوں میں تیزی آئی، کیونکہ اب ان کو یہ خوف نہیں تھا کہ کہیں بے نقاب ہو کر رسولانہ ہو جائیں۔ یہ لوگ بے جھجک اپنے ذاتی مفادات اغراض کے لئے پیغمبر ﷺ پر افشاء باندھتے تھے اور سننے والے انہیں صحابی رسول سمجھ کر ان کی ہربات کو حدیث رسول کے طور پر قبول کرتے تھے۔ ”الصحابۃ کلہم عدول“ (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کے عقیدہ نے لوگوں کی زبانوں پر پھرا بھادیا، جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تدمیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انہیں حکومتی ایوانوں میں بھی مقرب بnar کھاتھا، جیسا کہ امیر المؤمنینؑ نے اشارہ فرمایا ہے:

”ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلا وادینے والوں کے بیہاں اثر و سوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگا یا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا۔“ (3)

### راویان حدیث کی چار اقسام

امام علیؑ اس سب سے پہلے حدیث کے راویوں کی اقسام ذکر کرتے ہیں : ”وَإِنَّمَا أَتَاكَ بِالْحَدِيثِ أَرْبَعَةُ رِجَالٌ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ“، یعنی : تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں۔

#### ا۔ منافق راوی (المنافقون)

امام علیؑ حدیث کے راویوں کی اقسام میں سے پہلی قسم کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں :

”رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُفْلِهٌ لِلْأَيَّانِ، مُتَصَنِّعٌ بِالْأَسْلَامِ، لَا يَتَائِمُ وَلَا يَتَهَاجِرُ، يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَعَيِّنًا، فَلَوْعِلَمَ النَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَذِبٌ لَمْ يَقْبُلُوا مِنْهُ، وَلَمْ يُصِدِّقُوا قَوْلَهُ، وَلِكِنَّهُمْ قَالُوا: صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَأَهُ، وَسَبِعَ مِنْهُ، وَلَكِنَّهُ عَنْهُ، فَيَأْخُذُونَ بِقَوْلِهِ، وَقَدْ أَخْبَرَكُ اللَّهُ عَنِ الْمُنَاقِقِينَ بِمَا أَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهِ لَكَ، ثُمَّ يَقُولُ بَعْدَ كُلِّ عَلِيهِ السَّلَامِ، فَتَتَّقِبُوا إِلَيْهِ أَئِمَّةُ الصَّلَاةِ، وَالدُّعَاءُ إِلَى النَّارِ بِالرُّوْرِ وَالْبُهْتَانِ، فَوَلُوهُمُ الْأَعْمَالَ، وَجَعَلُوهُمْ عَلَى رِقَابِ النَّاسِ، وَأَكْلُوا بِهِمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّمَا النَّاسُ مَعَ النُّلُوكِ وَالدُّنْيَا، إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللَّهُ، فَهُنَّ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ“۔

یعنی : ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطعہ بنالیتا ہے۔ نہ گناہ کرنے سے گھبرا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتا چل جاتا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے، تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرتے۔ لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے، اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سنیں ہیں اور آپ ﷺ سے تحصیل علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اس بات کو قبول

کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے پھر ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی باقی وبرقرار رہے اور کذب اور بہتان کے ذریعہ مگر ابھی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلا وہ دینے والوں کے بیہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے ایچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور ان کے ذریعہ سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا ان (محمد و دے چند افراد کے) جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

ان جملوں کی شرح میں علامہ مفتی جعفر حسینؒ لکھتے ہیں : ”منافقین کا مقصد اسلام کی تحریب کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعاً اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری افرا و انی حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا انہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پر دے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تحریب کے لئے روایات وضع کر کے انتشار پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن الحدید نے لکھا ہے :

”جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب ان سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھا ری۔ مگر در پر دہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المؤمنینؑ نے اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کردی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کے ذریعہ سے مگر ابھی پھیلاتے۔ لوگوں میں خدا شے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دنیاوی اغراض وابستہ ہوتی تھی۔“ (4)

امام علیؑ کی شہادت کے بعد جب حکومتِ شام کو سیاسی عروج حاصل ہوا تو اس نے جعلی روایتیں گھٹنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہل بیت اطہار علیہما السلام کی تنقیص اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گھٹ کر نشر کریں اور اس کے لئے انعامات اور جاگیریں مقرر کیں۔ جس کے نتیجہ میں کثیر التعداد خود ساختہ فضائل کی روایتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابو الحسن مدائی

نے کتاب الاحادیث میں تحریر کیا ہے اور (جس سے نقل کرتے ہوئے) ابن الحدید نے اپنی شرح نجح البلاغہ میں اس زمانے کے حالات میں روایت سازی کے بہت سے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (5)

### ۲۔ خطاکار (الخطائون)

حدیث کے روایوں کی دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو خطاکار ہیں اور جان بوجھ کر غلط حدیث بیان نہیں کرتے۔ چنانچہ مولا علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وَرَجُلٌ سَبِيعٌ مِّنْ رَسُولِ اللَّهِ شَيْئًا لَمْ يَخْفَطْهُ عَلَى وَجْهِهِ فَوْهَمَ فِيهِ وَلَمْ يَتَعَقَّدْ كَذِبًا فَهُوَ فِي يَدَيْهِ بَرْوِيهِ وَيَعْتَلُ بِهِ وَيَقُولُ أَنَا سَبِيعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَوْعَلَمَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهُمْ فِيهِ لَمْ يَقْبَلُوهُ مِنْهُ وَلَوْعَلَمْ هُوَ أَكْذِبُكُلَّ تَرْفَهٍ“

یعنی: ”چار میں سے ایک تو یہ ہوا۔ اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ سے سنا، لیکن جوں کا توں اسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بوتا۔ جو کچھ اس کے دسترس میں ہے اسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔“

اس کی مثال بیان کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین مرحوم لکھتے ہیں: ”دوسری قسم کے روایوں میں جو موقع محل کو سمجھے بغیر جو الٹا سیدھا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ ”صحیح بخاری باب البکاء علی المیت“ میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی خی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے۔ حضرت عمر نے ان سے کہا کہ: اے صہیب! تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہؓ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ خدا عمر پر رحم کرے! رسول اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔

اس کے بعد امام المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ ”لاتزرو اذرا و ز را اخڑی“ (ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا) تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے: ”کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر گزرے کہ جس پر اس کے گھروالے تو رور ہے ہیں اور وہ قبر میں بتلانے عذاب ہے“ (6)

### ۳۔ شبہ میں بتلاراوی (أهل الشبهة)

تیسرا قسم شبہات میں پڑ جانے اور روایات کو بھول جانے والے روایوں کی ہے جو حدیث کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں شبہات و شکوک پیدا کرتے ہیں:

”وَرَجُلٌ ثَالِثٌ، سَبِيعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا يَأْمُرُ بِهِ، مُمْتَنَعًا عَنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، أَوْ سَبِيعَهُ يَنْهَا عَنْ شَيْءٍ، ثُمَّ أَمْرَرِيهِ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَعَفِظَ النَّسْوَحَ، وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ، فَلَوْعِلَمْ أَنَّهُ مَنْسُوحٌ لِرَفْضِهِ، وَلَوْعِلَمَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا سَبِيعُهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوحٌ لِرَفْضِهِ“

یعنی: تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سن آپ نے ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے، پھر پیغمبر ﷺ نے تو اس سے روک دیا۔ لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا۔ یا یوں کہ اس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سن اپنے اس کی اجازت دے دی، لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آسکی اس نے (قول) منسون کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسون ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اس کے منسون ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

حدیث کے روایوں کے اس گروہ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں: ”تیسرا قسم کے رواؤ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر سے حدیث منسون کو سنائی مگر اس کی ناسخ کو حدیث کے سنتے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناسخ کی مثال پیغمبر کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسون کی طرف بھی اشارہ ہے ”نهیتكم عن زيارة القبور الا فزو روها“ (میں نے تمہیں قبروں کی زیارت

سے روکھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو۔ اس میں زیارت قبور کی نہیں کو اذنِ زیارت قبور سے منسوخ کر دیا ہے۔ پس جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔” (7)

### ۲۔ سچے اور محافظِ حدیث روایی (الصادقون الحافظون)

حدیث کے روایوں کی آخری قسم ان سچے مخالفینِ حدیث کی ہے کہ جو فرمائیں نبویؐ کو پیش کرنے میں کسی قسم کی غلطی نہیں کرتے اور حدیث کے سرمائے کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں:

” وَ آخَرُ رَأْبِعٌ لَمْ يَكُنْ بِنَتَ عَلَى اللَّهِ وَ لَا عَلَى رَسُولِهِ مُبِعْضٌ لِنَكْدِنِ بَخْفَافًا مِنَ اللَّهِ وَ تَغْظِيَالَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَمْ يَهُمْ بِلِ حِفْظِ مَا سَمِعُوا عَلَى وَجْهِهِ فَجَاءَ بِهِ عَلَى مَا سَمِعَهُ أَمْ يَزِدُ فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ فَحِفْظَ النَّاسِ إِنَّهُ فَعَمِلَ بِهِ وَ حِفْظَ الْمُنْسُوحَ فَجَبَ عَنْهُ وَ عَرَفَ الْخَاصُّ وَ الْعَامُ فَوْضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعُهُ وَ عَرَفَ الْبُتْتَشَابِيَّةَ وَ مُحْكَمَيَّةَ وَ قَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَكَلَامُهُ وَ جَهَانِ فَكَلَامُ خَاصُّ وَ كَلَامُ عَامِّ فَيَسْعُهُ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنِيَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِهِ وَ لَا مَا عَنَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَيَحْلِلُهُ السَّامِعُ وَ يُوْجِهُهُ عَلَى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِعَنَاهُ وَ مَا فِي صَدِّبِهِ وَ مَا حَرَّجَهُ مِنْ أَجْلِهِ وَ لَيَنْسِي كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَكَانَ يَسْأَلُهُ وَ يَسْتَفْهِمُهُ حَتَّى إِنَّ كَانُوا لَيُحِبُّونَ أَنْ يَحْبِبَ إِلَّا عَمَّا يَرَى وَ الظَّارِئُ فَيَسْأَلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى يَسْمَعُوا وَ كَانَ لَا يَرُؤُنَ مِنْ ذَلِكَ شَيْءًا إِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهُ فَهِذَا وُجُوهُ مَا عَدَيْهِ النَّاسُ فِي اخْتِلَافِهِمْ وَ عَلَيْهِمْ فِي رِوَايَاتِهِمْ ”

یعنی: اور چو تھا شخص وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وہ خوفِ خدا اور عظمتِ رسول اللہ کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے، اس کی یاد داشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح سن اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا اور نہ اس میں کچھ بڑھایا۔ اس میں سے کچھ گھٹایا۔ حدیث ناخُ کو یاد رکھا، تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا۔ اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود اور اسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے، اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیشوں کو پہچانتا ہے۔

بھی رسول ﷺ کے کلام کے درج ہوتے تھے۔ آپؐ کے کچھ فرمودات کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتے تھے اور کچھ تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتے تھے۔ مزید برائی، آپؐ کے ارشادات ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے اور یوں کلام میں مضر حقيقی معنی و مقصود سے نابلد رہتے تھے۔ اور اصحاب پیغمبرؐ میں ایسے بھی لوگ تھے جو آپؐ سے سوال کرنے کی بہت نہیں کر سکتے تھے اور ان کی آرزو ہوتی تھی کہ کوئی صحرائی بد و یا پردیسی آجائے اور وہ آپؐ سے کچھ پوچھئے تو یہ بھی سن لیں۔ مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی۔ مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔ یہ یہ لوگوں کی احادیث و روایات میں اختلاف کی وجہہ و اسباب”۔ (8)

امام علی علیہ السلام کے اس فرمان کے مطابق روایوں کی چو تھی قسم وہ ہے جو عدالت سے آراستہ، فہم و ذکا کے مالک، حدیث کے موردو محل سے آگاہ، ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف، کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے، جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچادیتے تھے۔ انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ، غل و غش سے پاک اور قابل اعتناد و عمل ہیں۔ خصوصاً وہ سرمایہ احادیث جو امیر المؤمنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر ﷺ کے فیوض حاصل کرتی! مگر تاریخ کا یہ افسوس ناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آل محمدؐ سے توحیدیث لی جاتی ہیں مگر جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیتؐ کی کسی فرد کا نام آ جاتا ہے تو قلم رک جاتا ہے۔ چہرے پر شکن پڑ جاتے ہیں اور یور بدل جاتے ہیں۔ (9)

\*\*\*\*\*

## حوالہ جات

- 1 - مفتی جعفر حسین ترجمہ و شرح فتح البلاعہ، خطبہ ۲۰۸، ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور
- 2 - سید رضی، فتح البلاعہ، خطبہ ۲۰۸، نسخہ ابن الحدید، خطبہ ۲۰۳
- 3 - مفتی جعفر حسین ترجمہ و شرح فتح البلاعہ، خطبہ ۲۰۸، ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور
- 4 - شرح ابن ابن الحدید ج ۱، ص ۳، بیروت، دارالحکم، ارث الحدیث، اطبعیۃ الثانیۃ، ۱۹۶۷ء
- 5 - تفصیل کے لئے دیکھئے شرح ابن ابن الحدید ج ۱، ص ۵۰ تا ۵۳، بیروت، دارالحکم، ارث الحدیث، اطبعیۃ الثانیۃ، ۱۹۶۷ء
- 6 - تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیح بخاری، ترجمہ مولانا محمد داؤد راز، ج ۲، ص ۳۴۵ تا ۳۴۶، مطبوعہ مرکز اہل حدیث، ہند، ۲۰۰۳ء
- 7 - مفتی جعفر حسین، ترجمہ فتح البلاعہ، ص ۵۸۳، ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور
- 8 - مفتی جعفر حسین، ترجمہ فتح البلاعہ خطبہ نمبر ۲۰۸، ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور
- 9 - مفتی جعفر حسین، ترجمہ فتح البلاعہ خطبہ نمبر ۲۰۸، ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور